22/11

اقوالِ زریں

- کیا یہ غلط ہے کہ ہم چھوٹے چوروں کو تو سزا دیتے ہیں اور بڑے چوروں کو سلام کرتے ہیں
- اسلام کے غدار — عوام کے کیونکر وفادار ہو سکتے ہیں؟
- تقسیم میراث میں رواج اختیار کرنے کی سزا دنیا میں چھپا چھپی (محو شرم) اور آخرت میں جہنم
- اے انسان! تو اگر معبودِ حقیقی کی بندگی کرنا نہیں چاہتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر (عثمان غنی رض)
- تو اگر گناہ کرنے پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔ (عثمان غنی رض)

(خاموش مبلغ)

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

۷۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

دو رُخا انسان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بُرا آدمی دو رُخا انسان ہوگا۔ جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ پیش کرتے ہیں اور کچھ کے سامنے دوسرا۔

معلوم نہیں دنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے جو باتیں پہلے بُری اور باعث شرم سمجھی جاتی تھیں آج کل ان کا عام رواج ہے۔ جو پہلے بے حیائی تھی۔ اب وہ تہذیب کہلاتی ہے۔ پہلے جن باتوں کو دیکھ کر لوگ شرم و حیرت کے باعث دانتوں میں انگلیاں دبتے تھے آج انہیں دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں۔ ماحول ایسا ہے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا نہ کوئی ایسا دکھائی دیتا ہے جو زبردستی کسی سے اچھی بات منوا لے۔ پہلے کچھ باعمل لوگ ایسے ہوتے تھے جن کی زبان میں اثر تھا لوگ ان کی سنتے تھے اور جو وہ کہتے تھے وہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ آج کل معاملہ برعکس ہے۔ اب ان کا اثر زیادہ ہے جو کسی تفریح، کھیل کود اور اخلاق خراب کرنے والے کام کی طرف بلائیں۔ یہاں تک کہ ان کو زبان سے بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کے آنکھ کے اشارے سے ہی لوگ حاضر ہو جاتے ہیں۔

جب تک بولنے کی آزادی ہے نیک لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ کہتے رہنا چاہیے۔ کوئی سنے یا نہ سنے دوسرے لوگوں کی تو شکایت فضول ہے۔ رونا تو اس کا ہے کہ خود اپنے گھر والے ہی نہیں سنتے۔ ان کو بھی نئی نئی باتوں میں مزا آنے لگا ہے۔ اور وہ بجائے اپنے لوگوں کی باتیں سننے کے غیروں ہی کی زیادہ سنتے ہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ دو رُخے آدمی کا قیامت کے دن سب سے بُرا حال ہوگا۔

آپ جانتے ہیں دو رُخا کون ہوتا ہے؟ وہ شخص جو لوگوں کا دوست بن کر ان میں گھل مل جائے یہاں تک کہ لوگ اس کی دوستی پر اعتماد کریں۔ لیکن اصل میں وہ ان لوگوں سے اپنے فائدے کی امید پر ملا ہوا ہو۔ اور ان کا بھید لے کر دوسروں تک پہنچا دے۔ یہ دو رُخا انسان ان سے بھی کہتا ہے میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور دوسروں سے بھی کہتا ہے کہ میں تو تمہارے بھلے کے غیروں میں چکر لگاتا ہوں تاکہ ان کی باتیں تمہیں بتاؤں۔ دراصل وہ کسی کا بھی دوست نہیں اپنا مطلب نکالتا پھرتا ہے۔ وہ جس طرح کا موقع ہو ویسا ہی چہرہ بدل لیتا ہے ایسے دھوکے باز ایسے ہی لوگوں میں کھپ سکتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے نقصان پر کمر باندھے ہوں۔ حیرت ہے اگر مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہوں کہ اپنا الّو سیدھا کرنے کے لیے پھوٹ ڈلوانے کی بھی پرواہ نہ کریں۔

مسلمانوں کی جماعت کے پیشوا اور رہبر تو ایسے لوگوں کی بابت فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا میں کچھ دن اپنا کام بنا لیں تو بنا لیں مرنے کے بعد تو انہیں چین نصیب نہیں ہوگا۔ ان پر ہر طرف سے پھٹکار ہوگی کیونکہ ہر ایک کو ان کا اصلی رُخ نظر آ رہا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ — نمبر ۱۱

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود

مدیر

محمد سعید الرحمن علوی

ادارہ تحریر

بدل اشتراک

سالانہ ۳۵

۱۸

۹.۵۰

حالات کی سنگینی

۲۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملتان میں متحدہ محاذ کے ڈویژنل کنونشن کا جو حشر ہوا اس کی انتہائی مختصر رپورٹ اخبارات میں آ چکی ہے عینی گواہ کے طور پر ہم آپ کی خدمت میں چند اشارات پیش کر رہے ہیں جس سے آپ کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو سکے گا۔

- کئی دن قبل یہ دھندا شروع کر دیا گیا کہ محاذ میں شامل جماعتوں کے درمیان فرضی اختلافات کی خبریں مخصوص ذرائع سے اچھالی گئیں۔
- کنونشن سے ایک دن قبل (۲۴ جولائی) مقامی محاذ کے فعال کارکنوں کا تعاقب کیا گیا۔
- ۲۵ کی صبح مدرسہ قاسم العلوم جدید اور اس کی مسجد واقع گل گشت کالونی ملتان کا انتظامیہ نے اس طرح محاصرہ کیا کہ بقول کسے چیونٹی کے لیے گزرنا بھی مشکل تھا۔
- اس مدرسہ و مسجد اور بعض ذرائع کے مطابق قریب کی بعض دوسری مساجد کے کنکشن صبح صبح کاٹ دیے گئے۔
- اس مدرسہ میں زیر تعلیم طلبہ کے لیے آنے والا خشک راشن جو مدرسہ ہی پکتا ہے نہ آنے دیا گیا۔ حتیٰ کہ قریب کے بعض ہوٹل جو محاصرہ کی زد میں تھے ان کی روزانہ ضروریات کا سامان بھی نہ آنے دیا گیا۔
- بصد مشکل چند مرکزی اور صوبائی رہنماؤں کو اندر جانے دیا گیا جبکہ باقی کسی کارکن کو قریب بھی نہ آنے دیا۔ اور بجائے اس کے کہ انتظامیہ اپنی ملازمت و ڈیوٹی کا عذر کرتی (اگرچہ ہمارے نزدیک یہ عذر بھی غلط ہے) لیکن اس نے سیاسی زبان میں جوابات دے اور گفتگو کی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہم انتظامیہ کے لوگوں سے نہیں پی۔ پی۔ پی کے ورکروں اور چیئرمین حضرات سے گفتگو کر رہے ہیں۔
- پی۔ پی۔ پی کے مقامی ذمہ دار حضرات مخصوص قسم کی گاڑیوں میں دن بھر چکر کاٹتے رہے۔

صحافی حضرات کو قریب نہ آنے دیا حتیٰ کہ انہوں نے ڈی سی اور ایس۔ پی سے ملاقات کی، وہ بھی بے سود! پھر مجبور ہو کر ان حضرات نے محاذ کے رہنماؤں سے اس طرح ملاقات کی کہ وہ چار دیواری کے اندر تھے تو یہ باہر۔

• سپریم کورٹ کے سینئر وکیل اور بار کونسل کے سابق چیئرمین چودھری محمد اشرف آف ساہیوال کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا گیا۔ ان کی گاڑی کو اوورٹیک کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایک فوجی افسر کے نجی ملازم کو جو دودھ بیچنے آ رہا تھا بری طرح پیٹا گیا اور محاذ کے دو ہزار سے زائد کارکن جو ملتان ڈویژن کے پانچ اضلاع سے آئے تھے دن بھر دھوپ میں پریشان ہوتے رہے جبکہ گاہے گاہے پولیس کا ظلم اور لاٹھی چارج اس پر مستزاد تھا۔

• ظہر کی اذان پر بھی یار لوگوں نے مسجد کا راستہ خالی نہ کیا تو احباب مجبوراً دوسری طرف بلال چوک کی مسجد میں نماز کے لیے چلے گئے لیکن مبینہ طور پر وہاں لاٹھی چارج ہوا اور جب محاذ کے رہنما نماز ادا کرنے اور کارکنوں کا محض شکریہ ادا کر کے انہیں رخصت کرنے وہاں گئے تو دیکھتی آنکھوں وہاں کا بھی کنکشن کاٹ دیا گیا۔

• مختلف دفاتر بالخصوص جمعیۃ علماء اسلام کا دفتر بھی گھیرے میں رہا کہ اس کے متبادل جگہ کے طور پر استعمال کا خطرہ تھا۔

• بعض نام نہاد مولویوں سے عین اس دن بیان دلوائے گئے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مساجد کو سیاسی اکھاڑہ بنا رہے ہیں۔

یہ اشارات ہمارے یہاں حالات کی سنگینی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اور ملک کے ہر باشعور شہری کو پکار پکار کر دعوت فکر دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آئینی اعتبار سے موجودہ حکومت کا وقت آخر ہے اور انتخابات کی آمد آمد ہے۔ جس کے لیے حکومت اور حکومتی پارٹی مکمل تیاری کر رہی ہے۔ حتیٰ کہ پی پی پی کے گیسو دراز اور اسلامی روایات کے بدترین دشمن جنرل سیکرٹری اپنے کارکنوں کو انتخابی تیاری کا

حکمران رہے ہیں۔ لیکن مخالفین کے ساتھ یہ سلوک ہماری نگاہ سے بالا ہے!

ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایک پارٹی نہیں بلکہ فرد واحد کے شخصی اقتدار کو استحکام بخشنے کی غرض سے روسیاہوں کی پوری کھیپ مصروف عمل ہے اور وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتی کہ یہ "حضرت" کسی کے نہیں۔ اگر یہ کسی کے ہوتے تو آج ان کے جانشین اور دوسرے قریبی رفقاء زخم چاٹنے میں مصروف نہ ہوتے۔

سرکار کی حمایت میں بیان داغنے والے مولوی صاحبان کو تو اتنا ہی عرض کروں گا کہ:

"بہ بین از کہ بریدی و با کہ پیوستی"

آپ ایک طرف تو اپنے کو رسول مکرمؐ کا وارث اور ان کے لائے ہوئے دین کا امین قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف یہ حرکات؟ کیا آپ کی نظر میں وہ پیران عظام، صاحبزادگان ذوی المرتبت، نام نہاد مجاہدین و مقربین اور واعظین اوقاف و غیر اوقاف نہیں جو آج معاشرہ میں نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

انتظامیہ کے اہلکاروں نے ہر دور میں یہ روش اپنائی جو آج وہ اپنا رہے ہیں حالانکہ وہ کسی فرد، پارٹی یا جماعت کے نہیں بلکہ سٹیٹ کے ملازم ہوتے ہیں، ان کو تنخواہیں ملتی ہیں تو عوام کے خون پسینے کی کمائی سے، لیکن وہ انہی عوام کی توہین کرتے ہوئے نہیں شرماتے؟ ان لوگوں کو شیر علی، قربان علی جیسے پولیس افسران سے لے کر غلام محمد جیسے اعلیٰ انتظامی عہدیداروں تک کا بد انجام نہ بھولنا چاہیے!

حکومت کی بالائی مشینری آئین و قانون کی مٹی پلید کر کے آئین سے غداری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ جس کی سزا آج کے [illegible] دور میں اگر نہ بھی ملی تو بہت جلد مل جائے گی۔ اسمبلی اور عوامی ادارے ہونے کے باوجود "آرڈیننس" کے زور سے حکومت چلانا، انڈیا سے تعلقات بہتر ہونے کے باوجود ایمرجنسی کا باقی رکھنا، دفعہ ۱۴۴ کی مسلسل لعنت، ۱۲۴-الف اور ۱۶-ایم، پی، او اور ان سب سے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں

شیخِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ۔ صدق اللہ العظیم

بے شک نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی یاد کی اپنے ذکر کی توفیق بخشی۔ اور پھر ہفتہ بعد اکٹھا کر دیا۔ میں نے جو آپ کے سامنے آیت پڑھی ہے یہ سورہ عنکبوت کی آیت ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں ولذکر اللہ اکبر۔ اکبر صیغہ اسم تفضیل کا ہے جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ و برتر اور اعلیٰ ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کون سا ہے۔ تو جواب میں ارشاد فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ اس میں لکھا ہے۔ ولذکر اللہ اکبر۔ کہ اللہ کا ذکر سب اعمال سے بڑا ہے۔

حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حضور میں ذکر اللہ سے زیادہ محبوب چیز تو نہیں پیش کر سکتی۔

صحابہ کرامؓ کی مجلس میں ایک دفعہ آپؐ سے سوال ہوا۔ سوال یہ تھا۔ یا رسولؐ اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ تو ارشاد فرمایا۔ اللہ کا ذکر۔

اب آپ خود ہی اندازہ لگا لیجیے کہ اللہ کا کتنا بڑا آپ پر فضل۔ احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت اور خصوصی نعمت سے نوازا۔ آپ کے کتنے بھائی ایسے ہوں گے جو اس وقت چوری، ڈاکہ، زنا میں مصروف ہوں گے حالانکہ وہ بھی مسلمان ہیں۔ کوئی سینماؤں میں، نائٹ کلبوں میں، بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، عیاشی میں مشغول ہوگا۔ کوئی کسی میخانے میں شراب کے نشہ میں دھت اوندھا پڑا ہوگا۔ کوئی قحبہ خانوں اور چانڈو خانوں میں مصروف عمل اور برائی کا ارتکاب کر رہے ہوں گے۔ کوئی کسی اور قسم کی برائیوں میں تضییع اوقات میں مشغول ہوں گے۔ لیکن اس عالم میں جبکہ دوسرے لوگ بدی اور برائی میں منہمک ہیں۔ آپ اللہ کی یاد میں مصروف ہیں۔ دوسرے شہروں، دیہاتوں اور قصبوں سے لوگ تجارت کے لیے، کاروبار کے لیے، کسی خوشی یا غمی میں شرکت کے لیے لاہور آتے ہیں۔ لیکن آپ میں سے کوئی شیخوپورہ، کوئی گوجرانوالہ، کوئی ملتان اور کوئی لائلپور وغیرہ سے اس غرض سے آیا ہے کہ اللہ کی یاد کا طریقہ سیکھے۔ اور اس طرح عبادت کرے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کا طریقہ سکھایا ہے آپ کی کوئی کاروباری غرض، دنیاوی مفاد حاصل کرنے کی نیت نہیں ہے۔ اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ رات بھی جمعہ کی نصیب ہوئی ہے۔ جمعہ کی رات کو باقی راتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح رمضان کے مہینے کو باقی مہینوں پر، اور نماز کو باقی عبادات پر۔

میں نے جو آیت پڑھی ہے اس میں بھی نماز کے بارے میں ذکر ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ نماز بھی حقیقت میں ذکر الٰہی ہے کیونکہ نماز میں رکوع و سجود کی جو خاص حالت ہے وہ مقصود نہیں۔ بلکہ مقصود حقیقت میں وہ ہے جو کچھ ہم نماز میں پڑھتے ہیں اور وہ اللہ اکبر ہے۔ سبحان اللہ ثناء ہے، سورۂ فاتحہ ہے۔ یہ سب کیا ہیں سب ذکر الٰہی ہیں۔ پھر سورۂ فاتحہ کے بعد فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن کا حکم ہے۔ قرآن کا جتنا حصہ چاہو فاتحہ کے بعد نماز میں پڑھو۔ اب یہ ہر ایک کی استطاعت پر موقوف ہے کہ جتنا قرآن پڑھ سکتا ہے پڑھے کیونکہ قرآن خود بھی ذکر ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

حافظ حبیب اللہ صاحبؒ کے متعلق ہم نے کئی ہی سنا تھا کہ ایک رات میں دو نفلوں میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ احباب کھڑے کھڑے پیچھے تھک جاتے لیکن ایک شوق تھا قرآن سننے اور سنانے کا۔ باوجود تھکاوٹ کے احباب پھر بھی شریک ہوتے۔ یہ شوق ہر انسان کو نصیب بھی نہیں ہوتا۔ جس پر خدا کی عنایت ہو جائے وہی سرفراز فرمایا جاتا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسے بزرگان دین کے واقعات بھی پڑھنے سننے میں آئے کہ ایک قرآن دن کو اور ایک قرآن رات کو ختم کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی دین کا اور کام بھی کرتے۔ تدریس، تبلیغ اور تحریر و فتویٰ نویسی کا مشغلہ بھی جاری رہتا۔ حالانکہ دوسرے لوگ سوچتے رہ جاتے کہ ان کے پاس اتنا وقت کہاں سے آ جاتا ہے لیکن اللہ والوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کھانے پینے تعلیم و تبلیغ، درس و تدریس اور ذکر و فکر کے اوقات میں برکت ڈال دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک عورت جو بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی تھی۔ میری شادی کے بعد حضرتؒ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں اور میرا خاوند پہلے غلط عقیدہ رکھتے تھے اور آپ کو وہابی سمجھتے تھے۔ لیکن اب ہم نے غلط عقائد سے توبہ کر لی ہے اور ہماری توبہ کا ذریعہ ایک خاص واقعہ بنا ہے۔ جب آپ کے لڑکے کی شادی تھی تو میں نے دیکھا کہ ایک ہنڈیا چولھے پر پڑی ہے اس سے مہمانوں کو سالن نکال کر دیا جا رہا ہے کتنی ہی مہمان عورتیں آئیں اس ایک ہی ہنڈیا سے سب مہمان عورتوں کو سالن دیا جاتا رہا۔ صبح سے لے کر ظہر تک وہ ایک ہنڈیا ختم نہیں ہوئی۔ حالانکہ عام معمولی سی ہنڈیا تھی۔ جس میں عام طور پر گھروں میں کھانا پکایا جاتا ہے۔

یہی واقعہ میں نے اپنے خاوند کو سنایا۔ تو بے حد متاثر ہوا۔ کہنے لگا ہم تو ان کو وہابی سمجھتے تھے۔ لیکن اولیاء اللہ کی صحیح کرامات تو یہی ہیں۔ لوگ انہیں "وہابی" کہیں، گستاخِ رسولؐ کہیں یا کچھ، ہم تو انہیں ولی ماننے لگے ہیں۔

ایسے ہی شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی زندگی سے جو اشخاص واقف ہیں اور جنہیں آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے ہاں روزانہ پچاس پچاس مہمان آتے۔ طلباء کے جو مہمان آتے حضرتؒ ان کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ سب مہمان سیر ہو کر کھاتے۔ کئی مرتبہ یوں بھی ہوا۔ کہ کھانا دستر خوان پر لگا دیا گیا۔ عین ایسے موقع پر چند مہمان آ گئے تو حضرت نے سب کو اکٹھا بٹھا دیا۔ اور جو کچھ گھر میں پکا ہوتا وہی سب مہمانوں کو کافی ہو جاتا کبھی بازار سے کھانا منگوانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اللہ اس تھوڑے سے کھانے میں ہی برکت ڈال دیتا تھا۔

بہرکیف اللہ والوں کے اوقات اور احوال میں خداوند قدوس برکت ڈال دیتا ہے۔ یہ کوئی ایسی بعید بات نہیں۔

ذکر الٰہی کے بارے میں مختصر طور پر مختصر سی باتیں عرض کر دی ہیں۔ اللہ ہم سب کو کثرت سے اپنی یاد کی توفیق بخشے اور ذاکرین کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب : ادارہ

یارانِ نبیؐ کا مثالی کردار

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از حمد و صلوٰۃ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ (صدق اللہ العلی العظیم)

اسوۂ صحابہؓ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے

بزرگانِ محترم ، معزز خواتین ! آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے ۔ "صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ ہماری زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے" :

میں نے جو آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے :

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ،
اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت
سخت اور آپس میں نرم دل ہیں ۔"

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کی امتیازی خصوصیت اور ان کے شایانِ شان اعزاز کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ والذین معہٗ سے مراد بالاتفاق صحابہ کرامؓ ہیں جو حضورؐ کے ساتھ تھے آئندہ ان ہی کی صفات کا تذکرہ ہے ۔ معیت کی صفت ویسے تو ہر صحابیٔ رسولؐ کو شامل ہے ۔ کیونکہ صحابیؓ کی تعریف میں خود معیت کا معنیٰ آجاتا ہے ۔

صحابی کون ؟

قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے ۔ اہلِ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "صحابی صحبت سے مشتق ہے ۔ صحبت کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو سکتا ہے ۔ جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو ۔"

امام احمد بن حنبلؒ نے بڑی پیاری تعریف کی ہے کہ ہر وہ شخص جس نے اسلام کی حالت میں ایک ماہ یا ایک دن یا ایک ساعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی یا صرف ایمان کی حالت میں آپؐ کو دیکھا وہ صحابی ہے ۔ اور یہی تعریف صحابی کی امام بخاریؒ نے کی ہے ۔

بعض محدثین کے نزدیک تو صحابی کا خطاب ان لوگوں کو بھی دیا جا سکتا ہے جنہوں نے حالتِ اسلام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوڑی سی دیر کے لیے صحبت اٹھائی ہو ۔ ان کے نزدیک آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں ۔ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مکتومؓ اندھے تھے ۔ اس لیے حضورؐ کو آنکھوں سے نہ دیکھ سکے لیکن اس کے باوجود آپ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے ۔ آپؓ ہی کے بارے میں سورۂ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اتری ۔ یہ صحابی ہونے کا شرف اس بناء پر حاصل تھا کہ آپؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود نہ دیکھنے کے شرفِ ملاقات اور شرفِ صحبت حاصل تھا ۔

ہمارے جمہور علماء کرام صحابی کی اس آسان تعریف پر متفق ہیں کہ جس نے حالتِ اسلام میں محض آپؐ کو دیکھا یا آپؐ کی صحبت یا ملاقات کی اس کو صحابی کہا جائے گا ۔ لیکن جو باوجود مسلمان ہونے کے آپؐ کو نہیں دیکھ سکا ۔ یا آپ کی صحبت اور ملاقات اس کو میسر نہیں ہوئی اس کو صحابی نہیں کہا جائے گا ۔ اس کی واضح مثال حضرت اویس قرنیؒ کی ہے ۔ باوجود اس بات کے کہ حضورؐ کا زمانہ پایا ، مسلمان ہوئے ۔ ملاقات اور دیکھنا

نصیب نہیں ہوا۔ اس بناء پر صحابہ کرامؓ کے زمرہ میں ان کا شمار نہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ ان کے تقویٰ اور زہد کی وجہ سے بڑے بڑے باوقار اور عظیم المرتبت صحابہ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ جیسی باوقار اور عظیم المرتبت شخصیت جن کا تمام امت میں افضلیت کے اعتبار سے دوسرا درجہ ہے اویس قرنیؒ سے اپنے حق میں دعا کرواتے ہیں۔ تابعین میں سب سے بلند پایہ درجہ حضرت اویس قرنیؒ کا ہی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی تعداد

بات حضورؐ کی معیت کی ہو رہی تھی۔ کبھی وہ وقت بھی تھا۔ جب آپؐ نے اعلان توحید کیا تو سوائے خدا کے اور کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ لیکن پھر وہ وقت بھی آیا اور جلدی آیا کہ ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور زید بن ارقمؓ وغیرہم چند نفوس قدسیہ کو آپؐ کی معیت نصیب ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس کاروانِ حق و صداقت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ جب یہی قافلۂ صدق و صفا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچتا ہے اور کفار کے ساتھ سب سے پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑتا ہے تو ان پاک جانبازوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ ہوتی ہے۔ میدان بدر میں ان کی تعداد میں کمی آ جاتی ہے کیونکہ چند صحابہ کرامؓ جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ جب احد کا میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو ایک ہزار کی تعداد میں مدینہ سے لشکر نکلتا ہے۔ جن میں سات سو مخلص مومنین کی تعداد ہے۔ جب صلح حدیبیہ کا موقع آتا ہے تو یہی تعداد پندرہ سو تک پہنچ جاتی ہے اور حضورؐ حکم فرماتے ہیں۔ اُکْتُبُوْا لِیْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں مجھے ان کے نام لکھ کر دو۔ جب مکہ فتح ہوتا ہے تو دس ہزار صحابہ کرامؓ کا لشکر جرار آپؐ کے ساتھ ہے۔ فتح مکہ کے بعد تمام عرب اسلام کے حلقہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب غزوۂ حنین کی باری آتی ہے تو خدام، بچوں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار صحابہ کرامؓ آپؐ کی معیت میں ہوتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر آپؐ کے ہمرکاب ہوتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر چالیس ہزار مجاہدین آپؐ کے ساتھ ہیں۔ جب آپؐ اس دار فانی سے کوچ کرتے ہیں تو امام شافعیؒ کی روایت کے مطابق بچوں اور عورتوں کے علاوہ ساٹھ ہزار جانثار اورؐ اکا اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں

امام ابوزرعہ رازی کا مشہور قول ہے کہ آپ کے وصال کے وقت جن لوگوں نے آپؐ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ اسی بناء پر علماء امت اپنے خطبات، اپنے بیانات اور اپنی تحریروں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش صحابہ کرامؓ کی تعداد بتاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی تکالیف

آپؐ کی اس معیت کی وجہ سے ہی ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ کرامؓ کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ نیزے کی انی پہ چڑھایا گیا، ان کی رگ گلو پر نشتر چلایا گیا مکہ کے گلی کوچوں کو ان کے لیے مقتل بنایا گیا۔ مختلف مقامات پہ ان کے لیے تختۂ دار کو سجایا گیا، جور و ستم کا ہر تیر ان پہ برسایا گیا، دھکتے ہوئے انگاروں تپتی ہوئی ریت کے ذریعہ ان کو تختۂ مشق بنایا گیا۔ ظلم و جفا کا ہر وار اُن پر آزمایا گیا۔ مکہ میں بر سر عام حضرت زیدؓ کو سولی پر چڑھایا گیا لیکن ان سب اوچھے ہتھکنڈوں اور حربوں کے باوجود صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کی معیت سے نہ ہٹایا جا سکا۔ اور نہ ہی دامانِ مصطفیٰؐ ان کے ہاتھوں سے چھڑایا جا سکا۔

حضرت خبابؓ ام انمار کے غلام تھے۔ جب اسلام لائے تو ام انمار نے لوہا گرم کر کے ان کے سر پر رکھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا۔ آج تک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہیں گذری۔ حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ کفار نے انگاروں پر لٹا کر مجھ کو

گھسیٹا تھا یہ وہی نشانات ہیں۔

روحانی اذیتیں اور صحابہ کرام کا جذبہ فداکاری

ان جسمانی اذیتوں اور تکالیف کا ذکر ہی کیا روحانی طور پر بھی صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کی محبت کے "جرم" میں طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قبیلہ، کنبہ، خاندان اور ماں باپ تک سے قطع تعلق کرنا پڑا، بہن بھائیوں کی محبت سے محروم ہونا پڑا، اور تو اور عمر بھر کے ساتھی رفیقۂ حیات تک کو اگر اپنے ہاتھوں ذبح کرنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہ کیا۔ حالانکہ بی بی سب کو محبوب ہوتی ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے لیے خدا اور اس کے رسولؐ سے عشق اور محبت نے ایسی محبوب و پسندیدہ چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا۔

حضورؐ کے ایک اطاعت گزار کا واقعہ ہے۔ کہ ان کی بی بی جو نہایت حسین و جمیل عورت تھی اکثر حضورؐ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ وہ صحابی اکثر اس کو سختی کے ساتھ بار بار منع کرتے لیکن وہ اپنی اس عادت قبیحہ سے باز نہیں آتی تھی۔ اپنی اس محبوب بیوی کے ساتھ جو تعلقات اس عاشق رسولؐ کے تھے ان تعلقات کو خود ایک جملہ میں اس محب صادق نے بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ لِی مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً۔ اس سے میرے دو بچے موتیوں کی مانند تھے اور وہ میری ہمدم تھی۔ لیکن بکری کی ماں کب تک خیر مناتی۔ ایک دفعہ رات کے وقت ان کی بیوی اپنی خصلت بد کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہی تھی اور الفاظ انتہائی گستاخانہ تھے صحابی رسولؐ نے ان الفاظ کو سن لیا۔ ان الفاظ کو سنتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ محبت رسولؐ کی پاسداری کا خیال کر کے تمام تعلقات کو بھول گئے۔ کلہاڑی اٹھائی اور بیوی کا پیٹ چاک کر دیا۔ عشق رسولؐ کا یہ جذبہ محبت رسولؐ کا اتنا پاس اور دین کے لیے سب کچھ تج دینے کا سودا ان ہی عاشقان پاک طینت کے سروں میں سمایا ہوا تھا۔

آج کون ہے اس دور میں جو اتنی بڑی قربانی دے سکے۔ زبانی دعوے تو ہم سب کرتے ہیں، ناموس رسولؐ پر مرمٹنے اور کٹ مرنے کے الفاظ تو ہماری زبانوں سے بھی ادا ہوتے رہتے ہیں لیکن جب آزمائش اور امتحان کا موقعہ آتا ہے تو ہم جادۂ حق سے پھسل جاتے ہیں، ہمارے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں اور استقامت و استقلال کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں

صحابہ کرامؓ کا کردار اور ہم

صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ ویسے عام حالات میں بھی اور پھر خاص کر جب باطل سے ہماری ٹکر ہو اس حالت میں تو خصوصی طور پر ان کے حالات زندگی سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کہ کس طرح حق پر وہ ڈٹے رہے۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے تھے لیکن مصائب اور مشکلات کے وقت صحابہ کرامؓ جرأت و بہادری استقامت الی الحق کے ایسے پہاڑ ثابت ہوئے کہ جن کو اپنی جگہ سے ہٹانا امر محال تھا۔

استقامت کا بدلہ

اس استقامت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ قرآن ان کے بارے میں اعلان کرتا ہے۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا جو لوگ استقامت ایمان کے دعوے پر اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کی جانب سے فرشتے اور جبرئیل امین اس بات کی تسلی دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں، خوف نہ کھاؤ، کسی قسم کا غم نہ محسوس کرو۔ یہ تو دنیا کا انجام ہے اور آخرت کا نتیجہ۔ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ کی صورت میں ہے کہ خوش ہو جاؤ تمہارے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ خداوند قدوس کا کتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے رنج و غم سے نجات دے دی اور آخرت میں جنت جیسی لازوال نعمت عطا فرما دی اس سے بہتر، اس سے افضل اور کون سا انعام ہو سکتا ہے۔

آیت کریمہ اور حضرت ابن عباس رضؓ

اس آیت کی تشریح اگر ابن عباس رضؓ کی تفسیر کے مطابق کی جائے تو پھر یوں ہوگی کہ اَلَّذِیْنَ مَعَهٗ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ کیسے؟

حضرت صدیق رضؓ کا کردار

وہ اس طرح کہ جب حضور بیت اللہ میں توحید کا اعلان کرتے ہیں تو مشرکین عرب پتھروں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ لیکن ابوبکر رضؓ محبتِ رسولؐ کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ نعرۂ حق بلند کرتا ہے کہ میرا پالنہار، ہر حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ ہے۔ تو ابوبکر صدیق رضؓ پر دشمن پل پڑتے ہیں لیکن کیا مجال کہ وہ بھاگے ہوں یا فرار اختیار کیا ہو۔ جنگ بدر میں جاتے ہیں تو ابوبکر صدیق رضؓ ساتھ ہیں۔ احد کا میدانِ کارزار گرم ہوتا ہے تو ابوبکر صدیق پہرہ دار ہیں۔ غزوۂ حنین اور تبوک میں ہم سفر ہیں۔ ہجرت کی رات آپؐ کے ساتھ ہیں۔ پتھریلی اور سنگلاخ زمین پر حضورؐ کے پاؤں زخمی ہوتے ہیں تو کندھوں پر اٹھا کر غارِ ثور تک پہنچاتے ہیں۔ پھر دہانہ پر جا کر چھوڑ نہیں دیا۔ اندر داخل ہو کر آپؐ کے لیے جگہ کی صفائی کا بندوبست کرتے ہیں۔ پھر غار کے اندر بھی آپؐ کی معیت حاصل ہے آج مزار میں بھی آپؐ کے ساتھ ہیں۔

بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی۔ قیامت برپا ہوگی تو پھر بھی ساتھ ہی قبر سے اٹھیں گے میدانِ حشر میں بھی اکٹھے ہی ہوں گے، حوضِ کوثر پر بھی یکجا ہوں گے اور جنت میں بھی ایک ساتھ داخل ہوں گے۔ یہ ہے مختصر تشریح خصوصاً ابوبکر صدیق رضؓ کو معیتِ رسولؐ میسر آنے کی۔

حضرت عمرِ فاروق رضؓ کا کردار

دوسری صفت ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امیر المومنین حضرت عمر رضؓ ہیں کہ کافروں پر وہ انتہائی سخت ہیں خود اپنے حقیقی ماموں جو کافر تھا۔ میدانِ جنگ میں دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اس کو چیر دیا۔ پھر ایک جنگ کے دوران کچھ قیدی گرفتار ہوئے تو حضورؐ نے ان کے بارے میں صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ لیا۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے رشتہ دار میرے حوالے کر دیجئے۔ حضرت علی رضؓ کے رشتہ دار ان کے حوالے کر دیجئے۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام رضؓ کو ان کے رشتہ دار دے دیجئے۔ تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آپ کا یہ جذبہ اشدّاء علی الکفار کی عملی تصویر تھا۔

حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ

رحماء بینھم تیسری صفت ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد حضرت عثمان رضؓ ہیں۔ اور تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضؓ ہیں۔ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سے مراد بقیہ عشرہ مبشرہ و صحابہ ہیں۔

وقت کی قلت کے پیشِ نظر ہر ایک کی زندگی کے مختلف واقعات پر روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ ورنہ حضرت عثمان رضؓ کی حلیمی و بردباری، علی المرتضیٰ رضؓ کی کثرت عبادت اور صلوٰۃ کے اتنے واقعات ہیں کہ دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہوں۔

یہی وہ حضرات ہیں کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر ہم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا دور عہد سعادت اور خیر و برکت کا دور ہے۔ تفصیلی طور پر حالات و واقعات دیکھنے ہوں تو حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کا مطالعہ کیجئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے تاریخ اسلام کا وسیع مطالعہ کرنے کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ آپ نے اس میں تمام وہ حقائق جمع فرما دیے ہیں جن پر دشمنانِ اسلام اور اعدائے صحابہ مثلاً روافض و شیعہ نے زیبِ داستان کے لیے پردے ڈال دیے تھے۔

مولانا ظفر علی خاںؒ کا شعر

اس موقعہ پہ ایک خاص امر کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکثر حضرات مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا یہ شعر پڑھتے ہیں تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے جو ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ شعر یہ ہے

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

پہلا مصرعہ تو اپنی جگہ درست ہے لیکن دوسرے مصرعہ کے یہ الفاظ "ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ" درست نہیں ہیں۔ کیونکہ مرتبہ میں ابوبکرؓ سب سے بڑھ کر ہیں۔ پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ اور پھر علی المرتضیٰؓ ہیں۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے جب یہ شعر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی موجودگی میں پڑھا تو انہوں نے اس کی یوں اصلاح کی۔ ع

"ہم مسلک ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں"

اب اس شعر کا مفہوم صحیح ادا ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا احترام

برکت علی ہال میں صدیق اکبرؓ کی شان میں جلسہ تھا شورش کاشمیری مرحوم بھی اس جلسہ میں شامل تھے اور شاید یہ ان کی زندگی کا آخری جلسہ تھا جس سے انہوں نے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ میں ایک مقرر نے یہ الفاظ کہے کہ "جب حضرت علیؓ حضورؐ کے گھر سے کھانا کھا کر جوان ہو رہے تھے ابوبکر صدیقؓ اس وقت اسلام کے لیے اور حضورؐ کے لیے سب کچھ لٹا چکے تھے۔" جب شورش مرحوم کی باری آئی تو اس نے کہا "ہمیں تمام صحابہ کرامؓ کا احترام کرنا چاہیے اور کوئی ایسا لفظ یا فقرہ زبان سے ادا نہیں کرنا چاہیے جس سے کسی بھی صحابی کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اگر ہم بھی تقابل کرتے ہوئے گھٹیا قسم کے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیں یا کسی صحابی پر الزام لگانا شروع کر دیں تو ہم میں اور شیعہ حضرات میں کیا فرق ہو گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے لیے جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ قابلِ احترام اور لائق صد تعظیم ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو بھی ہم اپنا پیشوا اور مقتدا مانتے ہیں۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ شیعہ حضرات صرف حضرت علیؓ کو تو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں لیکن خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو کافر و مرتد اور طرح طرح کے الزامات لگا کر ان کو مطعون کرتے ہیں۔ اہل السنت والجماعت کسی کے بزرگوں کو گالیاں دینا یا کسی کے اکابرین پہ تبرا بولنا اپنے مسلک کی توہین سمجھتے ہیں لیکن جو لوگ دوسروں کے اکابرین کو مطعون کرنا، ان پر سب و شتم کے تیر چلانا اور انہیں کافر و مرتد سمجھنا اپنے مذہب کا جزو اور عبادت سمجھتے ہوں ایسا غلیظ اور گالی گلوچ کا مذہب انہی لوگوں کو مبارک ہو۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہ ساری کارروائی حکمران جماعت کی شہ پر اور ان کے سہارے پہ کی جاتی ہے۔ جن صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے نام پر اور ان کے نظام کے نفاذ کے حصول کے لیے یہ خطۂ ارض پاکستان لاکھوں قربانیوں کے بعد ہمیں حاصل ہوا۔ آج یہ سب نعرے ہمیں بھول چکے ہیں۔ تیس سال کے قریب عرصہ ہونے کو ہے لیکن ابھی تک خلفاء راشدین کے نظام کی ادنیٰ سی جھلک ہمیں کہیں دکھائی نہیں دی سوائے اس عرصہ کے جب سرحد میں حضرت مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ تھے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ خلفاء راشدین کا اول تو نظام ہی نافذ نہیں کیا گیا۔ اس پر ظلم کی انتہا یہ کہ اسی خطہ میں خلفاء راشدین کو مرتد و کافر کہا جاتا ہے تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا والی مثل ہمارے موجودہ دور میں کس قدر صادق آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدین کی عظمت، احترام اور ان کی ناموس کی حفاظت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی پیروی اور تابعداری کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن کر دے۔ آمین ثم آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

عبدالرحمن لودھیانوی
شیخوپورہ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یاد رکھیں کہ معراج النبی اخصوصیات میں سے ہے جس میں اور کسی نبی و رسول کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔

لفظ معراج کا مادہ "عروج" ہے۔ لفظ معراج کے معنی زینہ بھی ہیں چونکہ عروج و ارتقا، منزل بمنزل ہوا تھا۔ لہذا واقعہ باطنی کیلئے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پیشتر تھی۔ اور ہجرت سے ایک سال پہلے ماہ رجب ۱۲ھ نبوی میں یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ۲۷ رجب شب چہار شنبہ کو پیش آیا۔

بے شک واقعہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات اعلیٰ میں سے ایک برترین مقام ہے اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالےٰ نے سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ کے شروع ہی میں اور سورہ نجم پ ۲۷ میں لفظ عبدی کا استعمال فرمایا تاکہ مخلوق الٰہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لئے بھی جس کی شان بعد از خدا بزرگ توئی سے آشکارا ہے سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقا کی ہدایت فرمائی گئی ہے لہذا بے شک الصلوٰۃ معراج المومنین کے معنی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں کیونکہ اظہار عبودیت و عجز و انکساری کے لئے سوائے نماز کے اور کوئی صورت نہیں

ابن عباس رضؓ رسول پاکؐ کے قول کے مطابق بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔ ان کا قول ہے "میرا ایمان ہے کہ نبیؐ کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔ یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل سنت، محدثین و فقہائے تابعین و صحابہ کا ہے یہ ظاہر ہے کہ اگر حضورؐ نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان دریافت کرنے کا حق رکھتے تھے اور اللہ تعالےٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضورؐ کے سامنے جلوہ گر کر دے اور حضورؐ اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ سورہ ۱۷ آیت ۱

(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت والا بنایا ہے تاکہ اس کو اپنی قدرت کے نشان دکھلائے۔ بے شک اللہ تعالےٰ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی ذات نقص و قصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بہت مستبعد سمجھیں۔ خدا کی قدرت اور مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ صرف ایک رات کے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ محمد رسول اللہؐ کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس سفر کی غرض یہ تھی کہ خود اس سفر میں یا بیت المقدس کے آگے کہیں اور لے جا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلائے۔

سورہ نجم ۵۳ میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہا تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا۔ علماء کی اصطلاح میں سفر کو اسریٰ کہتے ہیں اور آسمانی سفر کو معراج اور لبسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو معراج کہتے ہیں۔

معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پُر نورؐ کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔

اس واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا

سیر روحانی کی نہ تھی۔

بعض لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو ایسے وہم اور تخمینہ کی چار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں۔ جس خدا نے بادل کی بجلی جو مشرق میں چمکتی ہے اور مغرب میں گرتی ہے۔ کیا اسی طرح وہ قادر مطلق اپنے حبیبؐ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں، اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضورؐ بڑی راحت اور تکریم سے چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہو سکیں

جس ملک میں مسجد اقصٰی واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکتیں رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے پھل اور میووں کی افراط، اور روحانی اعتبار سے انبیاء و رسل کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔

شاید نبی کریمؐ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل پر تقسیم ہوئے تھے وہ آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ کعبہ اور بیت المقدس میں دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔

حدیث معراج

حضرت مالک ابن صعصعہ کہتے ہیں کہ صحابہ سے حضورؐ نے شب معراج کی کیفیت بیان کی کہ میں حطیم یا حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا فرشتہ آیا اور اس نے آکر میرا سینہ، ہنسلیوں کے گڑھے سے زیر ناف تک چاک کیا اور میرا دل نکال لیا۔ پھر سونے کا ایک طشت ایمان سے بھرا ہوا لایا گیا۔ میرے دل کو اس میں دھویا گیا پھر اصلی جگہ پر اس کو رکھ دیا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پیٹ کو آب زمزم سے دھو کر ایمان و معرفت سے بھر دیا گیا تھا۔

پھر ایک سفید چارپایہ جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا میرے پاس لایا گیا۔ اس چارپائے کا نام براق تھا اور اس کا ایک قدم منتہائے بصر تک پڑتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبرئیلؑ مجھے لے کر چلے۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہا۔ دریافت کیا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا۔ محمدؐ دریافت کیا گیا کہ آپ کو ان کو لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا ہاں، آواز آئی مرحبا۔ خوش آمدید دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اوپر پہنچا تو حضرت آدمؑ کو وہاں دیکھا جبرئیل نے کہا یہ آپ کے والد آدمؑ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا جواب دے کر فرمایا۔ نیک بیٹے اور اچھے نبی کے لئے خوش آمدید،

اس کے بعد جبرئیل مجھے اوپر لے کر چلے دوسرے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھلوانا چاہا۔ دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب ملا محمدؐ دریافت کیا گیا ان کے لینے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا، ہاں۔ آواز آئی مرحبا۔ خوش آمدید دروازہ کھول دیا گیا، میں اوپر پہنچا تو یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کو موجود پایا یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے، جبرئیل نے کہا یہ یحییٰ ہیں اور یہ عیسیٰؑ ہیں، آپ دونوں کو سلام کیجئے۔ میں نے دونوں کو سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا فرمایا نیک بھائی اور اچھے نبی کے لئے خوش آمدید۔

پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا کہ کون ہے؟ جواب ملا کہ جبرئیل۔ دریافت کیا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ محمدؐ، دریافت کیا گیا ان کو لینے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔

جبرئیل نے کہا، ہاں، آواز آئی مرحبا۔ خوش آمدید دروازہ کھول دیا گیا میں اوپر پہنچا تو یوسفؑ کو موجود پایا۔ جبرئیل نے کہا یہ یوسفؑ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ نیک بھائی اور اچھے نبی کے لئے خوش آمدید۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر پہنچایا، جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا، دریافت کیا گیا کہ کون ہے؟ جواب ملا، جبرئیل، دریافت کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا، محمدؐ، دریافت کیا گیا، کہ ان کو لینے کے لئے کیا آپ کو بھیجا گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا، ہاں آواز آئی مرحبا، خوش آمدید، دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اوپر پہنچا تو ادریسؑ کو موجود پایا، جبرئیل نے کہا یہ ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا فرمایا نیک نبی اور اچھے بھائی کے لئے مرحبا، پھر مجھے پانچویں آسمان پر لے

جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا، دریافت کیا گیا کون ہے۔ جواب ملا، جبرئیلؑ دریافت کیا گیا، کیا آپ کو ان کے لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا۔ ہاں، آواز آئی مرحبا، خوش آمدید۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اوپر پہنچا تو وہاں ہارونؑ ملے۔ جبرئیل نے کہا، یہ ہارونؑ ہیں ان کو سلام کریں۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا اچھے بھائی اور نیک نبی کے لئے خوش آمدید۔

پھر مجھے چھٹے آسمان تک لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا، دریافت کیا کہ کون ہے؟ جواب ملا، جبرئیل، دریافت کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا، محمدؐ دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو ان کے لینے کے لئے بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں آواز آئی، مرحبا، خوش آمدید، دروازہ کھول دیا گیا۔ اوپر پہنچا تو موسیٰؑ کو دیکھا، جبرئیل نے کہا یہ موسیٰؑ ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے سلام کیا، موسیٰؑ نے جواب دے کر کہا، اچھے بھائی اور نیک نبی کے لئے خوش آمدید، جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ رونے لگے۔ دریافت کیا گیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ ایک لڑکا میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اور اس کی امت کے آدمی، میری امت سے زیادہ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا۔ دریافت کیا گیا کہ کون ہے؟ جواب ملا جبرئیل، دریافت کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے، جواب ملا محمدؐ، دریافت کیا گیا، کیا ان کو لینے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا جبرئیل نے کہا، ہاں۔ آواز آئی مرحبا خوش آمدید جب میں اوپر پہنچا تو ابراہیمؑ کو دیکھا جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے والد ہیں، ابراہیم ہیں، ان کو سلام کرو، میں نے سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا نیک بیٹے اور اچھے نبی کے لئے مرحبا، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک (بیری کا آخری درخت) تک اٹھا لیا گیا میں نے دیکھا کہ اس کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کے برابر ہیں اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ میں نے وہاں جا کر چار نہریں دیکھیں۔ دو اندرونی اور دو بیرونی نہریں، میں نے پوچھا کہ یہ دو نو نہریں کیسی ہیں؟ جبرئیل نے کہا اندرونی نہریں جنت میں بہ رہی ہیں یعنی کوثر و تسنیم، اور بیرونی نہریں نیل و فرات ہیں۔

اس کے بعد بیت المعمور تک مجھے اٹھایا گیا۔ وہاں میرے سامنے ایک برتن میں شراب، ایک میں دودھ اور ایک میں شہد پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ پی لیا جبرئیل نے کہا یہ فطرت اسلام ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہو گی۔ پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ تو میں لوٹ کر آیا تو موسےٰ کی جانب سے گذر ہوا۔ موسیٰؑ نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے موسیٰؑ بولے آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی ہے۔ خدا کی قسم، آپ کے پہلے، میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل سے میرا بہت سخت واسطہ پڑا ہے آپ پروردگار کے پاس لوٹ کر جائیے اور امت کے واسطے تخفیف کی استدعا کیجئے۔ میں لوٹ کر گیا۔ خدا تعالےٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں موسےٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا۔ موسیٰ نے وہی مشورہ دیا۔ میں پھر لوٹ کر گیا خدا تعالےٰ نے دس نمازیں کم کر دیں روزانہ دس نمازوں کا حکم ہو گیا۔ میں موسےٰ کے پاس لوٹ کر آیا موسیٰؑ نے پھر پہلے کی طرح مشورہ دیا۔ میں پھر واپس ہو گیا تو موسےٰ نے مجھ سے دریافت کیا، کیا حکم ملا۔ میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا، بولے آپ کی امت روزانہ پانچ بھی نہ پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ میرا سخت ترین معاملہ رہا ہے آپ پروردگار کے پاس جائیے اور امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں نے جواب دیا۔ میں نے خدا سے بار بار سوال کیا۔ اب مزید سوال کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ میں حکم الٰہی پر راضی ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکاتا ہوں حضورؐ فرماتے ہیں جب میں وہاں سے چلا تو ایک منادی نے ندا دی۔ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے واسطے تخفیف بھی کر دی۔ مشکوٰۃ۔ حدیث ۵۵۲۸

سدرۃ المنتہیٰ پر ایسی رنگینیاں چھائی ہوئی تھیں۔ کہ میری سمجھ میں نہ آیا وہ کیا چیز ہے۔ مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں موتیوں کے گنبد ہیں اور وہاں کی مٹی مشک کی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر سونے کی ٹڈیاں چھائی ہوئی ہیں،

تین چیزیں آپ کو عطا کی گئیں (۱) پانچ وقت کی نماز۔ (۲) سورہ بقرہ کی آخری آیات (۳) آپ کی امت میں سے جو شرک نہیں کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی سورہ النجم پ۲۷ کے حاشیہ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح ابتدائی آیات کے تحت لکھتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیا کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کا تنزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط اور مستحکم ہونا چاہیئے، جن سے ایک عالم کی ہدایت دسعادت وابستہ ہے کوئی کام تو کیا، ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔

نبی کریم ص کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا جبرئیل کو آپ نے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبرئیل کو دیکھ رہی ہے۔ کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو آپ نے جبرئیل کو سات آسمان کے اوپر جہاں بیری کا درخت ہے دیکھا۔ وہ حد ہے نیچے اور اوپر کی۔ نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہنچتے اور اوپر کے نیچے نہیں اترتے اس کے پاس بہشت کو دیکھا۔ اس درخت کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا۔ حق تعالیٰ کے انوار اور تجلیات اس درخت پر چھا رہے تھے اور فرشتوں کی کثرت اور ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔

اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق میں طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔

۱۔ ماہ رجب ایک متبرک مہینہ ہے، بہ روایت حضرت انس ابن مالک رسول اللہ ص جب رجب کا ماہ شروع ہوتا تو دعا فرمایا کرتے تھے۔ الٰہی رجب اور شعبان میں ہم کو برکت عطا فرما اور رمضان تک ہم کو پہنچا۔

۲۔ فضول خرچی اور لغو رسومات اور بدعات سے کلی طور پر پرہیز رکھنی چاہیئے۔

۳۔ اس ماہ میں نوافل اور روزے رسول پاک ص کثرت سے اختیار کرتے۔

۴۔ اس ماہ کی شب جمعہ خاص فضیلت رکھتی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ

حافظ مشتاق احمد حلیمی ایم۔اے

تصوف کی حقیقت

تصوف کی حقیقت اور تعریف کے بارے میں صوفیاء کے اقوال و احوال سے اختلاف نظر آتا ہے۔ امام قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں مثلاً حضرت ذوالنونؒ مصری کا قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر خدا کو لیا ہے حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا جینا مرنا محض خدا کے لیے ہو۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کا ایک قول ان کی اپنی کتاب کشف المحجوب میں ہے کہ پہلے زمانے میں تصوف ایک حقیقت تھی بغیر نام کے مگر اب تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف میں تصوف کے بارے میں بہت سے اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی تعریف بھی جامع و مانع نہیں ہے۔ تصوف درحقیقت زہد و فقر اور بعض دوسری اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔

تصوف کی حقیقت کے بارے میں احیاء العلوم میں جو کچھ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے شریعت کی طرح تصوف بھی دو چیزوں سے مرکب ہے (۱) علم (۲) عمل۔ شریعت میں علم پہلے اور عمل بعد میں جب کہ تصوف میں علم کے بعد علم پیدا ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل امام صاحب نے احیاء العلوم ج۔۲ بیان الفرق بین الالہام والتعلیم میں یہ بیان کی ہے۔

انسان کو اشیاء کا ادراک عام طور پر استنباط، استدلال اور تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ اچانک غور و فکر کے بغیر ایک چیز کا ادراک ہو جاتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا کہ کہاں سے ہوا اور کیسے ہوا۔ اصطلاح تصوف میں اسے الہام کا نام دیا جاتا ہے اس قسم کا ادراک صرف مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے اہل و عیال، دوست احباب اور جاہ منزلت وغیرہ سے کنارہ کش ہو، پھر الگ بیٹھ کر خدا کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی کے بارے میں بالکل کوئی خیال تک نہ آئے۔ ساتھ ساتھ زبان سے اللہ اللہ کہتا جائے آہستہ آہستہ یہ مشق اس قدر بڑھے کہ زبان حرکت نہ کرے اور تصور میں زبان سے اللہ کا لفظ نکلتا جائے۔ پھر یہ حالت پیدا ہوگی تو مکاشفہ شروع ہو جائے گا۔ ابتدا میں یہ مکاشفہ بجلی کی طرح نکل جائے گا۔ پھر رفتہ رفتہ ترقی ہوتی جائے گی۔ اور ثبات و دوام حاصل ہو جائے گا۔ مکاشفے سے ان تمام اشیاء کی حقیقت کھل جائے گی جن کا تصور محض تقلیدی اور اجمالی طور پر ہوتا ہے۔ مثلاً نبوت، وحی، ملائکہ، شیطان، جنت، دوزخ، عذاب قبر، پل صراط، میزان اور حساب وغیرہ۔ (احیاء ج۔۱)

ظاہر پر نگاہ رکھنے والوں کو یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ انسان کو ادراک تو صرف حواس کے ذریعے ہوتا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ حواس معطل ہو جائیں اور دل کے ذریعہ ادراک ہو۔ اس لئے کہ دل محل ادراک نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو اس کا ادراک ان چیزوں پر ہوگا جو حواس خمسہ نے اس کے سامنے پیش کئے ہوں گے۔

امام صاحب جیسا دقیق النظر اور زیرک اس شبہ سے بے خبر نہ تھا۔ انہوں نے احیاء العلوم جلد دوم میں خود اس شبہ کو ذکر کیا۔ مگر اس کا جواب تسلی بخش نہیں ہے۔ آپؒ صرف یہ کہہ کر رہ گئے۔

فاعلمان هذا منى عجائب اسرار القلب ولا يسمح بذكره في علم المعاملة

یہ اسرار قلب کے عجائبات ہیں، جن کے ظاہر کرنے کی علم معاملہ میں اجازت نہیں۔

امام صاحب اسے مثال میں یوں سمجھاتے ہیں۔

ایک دفعہ روم و چین کے نقاشوں میں مقابلہ ہوا۔ دونوں اپنی اپنی برتری کے مدعی تھے۔ بادشاہ وقت نے آمنے سامنے کی دو دیواریں، دونوں گروہوں کے لئے مقرر کر دیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کی دیوار پر اپنی صنعت کاری کا نمونہ دکھائے۔ درمیان میں پردہ ڈال دیا گیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ کر نقل نہ اتارتے رہیں۔ چند روز کے بعد رومی مصوروں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔ چینیوں نے کہا کہ ہم بھی فارغ ہو چکے ہیں۔

پردہ اٹھایا گیا تو دونوں میں سرِ مو فرق نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ رومیوں نے بجائے نقاشی کے صرف دیوار کو صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا۔ پردہ اٹھا تو سامنے کی دیوار کے تمام نقش اس میں اتر آئے۔ امام غزالیؒ اس مثال کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ صوفیہ کے علوم کی یہی مثال ہے وہ قلب کو اس قدر صاف اور مجلّا کر دیتے ہیں کہ تمام معلومات خود بخود اس میں منقش ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ اب بھی ظاہر پرست اس روحانی ادراک کا انکار کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس کا تجربہ نہیں ہوا۔ انہیں اس کا تجربہ کیسے ہو۔ وہ تو ایں ہی بے ذوق۔ ارباب ذوق نے تو کہہ دیا ہے۔

ع:- ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

بہرحال تصفیہ قلب سے اس کا ادراک ممکن ہے اور ہوتا ہے تصفیہ قلب کے لئے انسان کا اخلاقِ عام رذیلہ سے بری ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے اخلاقِ ذمیمہ سے کنارہ کشی اور اخلاق کریمہ کا خوگر ہونا ضروری ہے۔ (ماخوذ از الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانیؒ)

اصطلاحِ تصوف میں اس روحانی ادراک کو الہام کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ الہام کی کئی صورتیں ہیں۔

۱- من جانب اللہ براہِ راست قلبِ انسانی پر القاء ہو۔ اسے علمِ لدنی کہتے ہیں۔ امام غزالی رسالہ لدنیہ صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔

والعلم اللدنی ھو الذی لا واسطۃ فی حصولہ بین النفسِ و بین الباری و انما ھو کالضوءِ من سراج الغیب یقع علی قلبٍ صافٍ فارغٍ لطیف۔ علم لدنی وہ ہے جس کے حصول میں نفس اور باری تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ یہ علم بمنزلِ روشنی ہے جو سراجِ غیب سے صاف و شفاف قلب پر واقع ہوتی ہے۔

۲- ملاءِ اعلیٰ اور ملکِ الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القاء کی جاتی ہے۔ اسے القاء فی القلب اور نفث فی الروح کہتے ہیں۔ ملکِ الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔

۳- فرشتہ انسانی شکل میں آ کر شفاہاً اور عیاناً کلام کرتا ہے۔ جیسے حضرت مریمؑ سے حضرت جبریل علیہ السلام بشکل انسانی مخاطب ہوئے تھے۔

احیاء العلوم ج ۳ صفحہ ۲۱ پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ قلب کے دو دروازے ہیں۔ ایک عالمِ ملکوت اور ملاءِ اعلیٰ کی طرف ہے اور دوسرا عالمِ شہادت کی طرف ہے۔ ظاہری علوم و معارف ظاہری دروازہ یعنی حواسِ خمسہ سے قلب میں داخل ہوتے ہیں اور عالمِ ملکوت اور ملاءِ اعلیٰ کے علوم، باطنی دروازہ سے قلب میں آتے ہیں۔ اسی مقام پر ہے کہ

وَ سُئِلَ بعض العلماء عن العلم الباطن فقال ھو سِرٌّ من اسرار اللہ تعالیٰ یقذفہ اللہ تعالیٰ فی قلوب احبابہ لم یطلع علیہ ملکا ولا بشرا

ایک عالم سے علمِ باطن کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے جسے رب العزت اپنے احباب کے دلوں میں ڈالتے ہیں اور اس پر کسی فرشتہ اور بشر کو بھی مطلع نہیں فرماتے۔

امام صاحب ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جائے دوسرا یہ کہ اسی حوض کو کھود کر اور اسے آلات سے صاف کر کے اسی میں کوئی چشمہ جاری کر دیا جائے یہ پانی بہ نسبت نہر کے پانی کے نہایت صاف، شیریں اور لذیذ ہوگا۔

اسی طرح انسانی قلب بھی بمنزلِ حوض ہے کبھی علم اس میں حواسِ خمسہ کی نہر سے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت، عزلت، مجاہدہ و ریاضت قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اور خود اندرونِ قلب ہی سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ رسالہ لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اس باطنی دروازے کا انفتاح تحصیلِ علوم، صلاح و تقویٰ، ریاضت صادقہ، مجاہدہ کبیرہ، مراقبہ صحیحہ اور تفکر و تدبر پر موقوف ہے۔ (باقی آئندہ)

تعارف وتبصرہ

علم غیب، شہید کربلا اور یزید

یہ دونوں کتابیں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم اور مشہور سکالر مولانا قاری محمد طیب کے قلم سے ہیں۔ موصوف تدریس وتقریر کی طرح تحریر کے بھی بادشاہ ہیں اور ہماری اس بات کی ہر وہ شخص گواہی دے گا جس نے آپ کی کوئی نہ کوئی تحریر پڑھی ہے۔

ایشیا کی اس عظیم یونیورسٹی کی تمام تر انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔

زیر تبصرہ کتابوں میں سے پہلی کتاب مشہور اختلافی مسئلہ علم غیب سے متعلق ہے۔ جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق تھا اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب میں اور جناب نبی کریم علیہ السلام نے اپنے ارشادات طیبات میں اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا کہ علم غیب خدا ہی کو لائق ہے اور اسی کا خاصہ ہے اور بس۔ لیکن یہ امت کی بدقسمتی ہے کہ اس طرح کے واضح اور دو ٹوک مسائل کو بھی اختلافی مسائل کا رنگ دے دیا گیا اور ایک مخصوص طبقہ نے جو اپنی عافیت کوشی اور آرام طلبی کی بنا پر عزیمت کی راہ نہیں اختیار کر سکتا تھا اس قسم کی لایعنی بحثیں چھیڑ کر نہ صرف یہ کہ قرآنی حقائق اور نبوی ارشادات کی حقانیت کو چیلنج کیا بلکہ امت میں انتشار کا بیج بھی بو دیا۔

موصوف نے اپنے حکیمانہ اسلوب بیان سے بڑے اچھے انداز سے اس مسئلہ کے تمام جزئیات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے جو حق و دیانت کے متلاشی حضرات کے لئے حرف آخر ہے۔

قدر شناس حضرات سے امید ہے کہ وہ کماحقہٗ اس سے استفادہ کریں گے۔

ناشرین نے آخر میں فقیہ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کا ایک مختصر رسالہ جو اس مسئلہ سے متعلق ہے شامل کر دیا ہے اس طرح سونے پہ سہاگہ کی مثال پوری ہو گئی ہے قیمت ساڑھے چار روپے انتہائی مناسب ہے۔

دوسری کتاب محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب خلافت معاویہ رضؓ و یزید کا جواب ہے۔ صدر اول کے وہ واقعات جو بلاشبہ انتہائی پریشانی کا باعث بنتے ہیں کے متعلق افراط و تفریط کی جو روش ہمارے یہاں چل پڑی ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے اس سے بچ کر توسط و اعتدال کی راہ اپنانی ضروری ہے، اور موصوف نے اسی کی کامیاب کوشش کی ہے۔ قیمت چھ روپے!

دونوں کتابیں ادارہ اسلامیات ۔ ۱۹۰ ۔ انارکلی لاہور سے دستیاب ہیں۔

عہد نبوت کے ماہ وسال

حکیم امت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے ہم عصر اور مشہور صاحب علم و نسبت بزرگ علامہ مخدوم ہاشم آف ٹھٹھہ سندھ اپنے دور کے عظیم انسان تھے جنہوں نے عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ دین حق کی خدمت میں صرف کر دیا۔ یہ خدمت تدریس و تعلیم و وعظ و تبلیغ، ارشاد و سلوک اور تصنیف و تالیف جیسے مختلف شعبوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

میدان تصنیف میں موصوف نے مختلف زبانوں میں بڑی اچھوتی کتابیں لکھیں جن میں سے موجودہ زیر تبصرہ کتاب "بذل القوۃ" سیرت نبوی میں اپنی مثال آپ ہے۔ مشہور اہل علم و قلم مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اس کا ترجمہ کیا جو ماہنامہ بینات کراچی میں مسلسل شائع ہو کر ایک دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ اس صحیفہ مقدسہ کو کتابی صورت میں محفوظ کر دیا جائے، خدا بھلا کرے "حسین چودھری ٹرسٹ" کے ٹرسٹی جناب محمد حسین چودھری کا جنہوں نے بہ توفیق ایزدی اس کا بیڑا اٹھایا۔ موصوف حضرت امام الاولیا مولانا لاہوری قدس سرہٗ سے قدیمی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت والا نے انہیں مختلف مواقع پر ان کی ملی خدمات کے پیش نظر دعاؤں سے خوب خوب نوازا۔ ولی کامل کی یہی دعائیں موصوف کا سرمایہ ہیں اور انہی کے صدقہ وہ ہر میدان میں تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس گوہر نایاب کو انہوں نے ٹرسٹ کی طرف سے بڑے حسین اور خوبصورت انداز میں چھپوایا ہے درمیانہ سائز کے پونے چار سو صفحات کا یہ حسین گلدستہ جو بہترین جلد میں اور بھی حسین معلوم ہوتا ہے تیس روپے میں دستیاب ہوتا ہے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۳۲ ۔ اے شاہ عالم لاہور ہیں۔ بلاتشنان محبت اور پروانگان شمع رسالت پر لازم ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر اس اچھوتی تصنیف کو فوراً حاصل کریں خود پڑھیں اہل خانہ کو پڑھائیں اور دارین کی سعادتیں سمیٹیں (علوی)

اسلام میں پردۂ نسواں کی اہمیت

عورت کا پردہ بلاشبہ ایک شرعی اور دینی امر ہے ۔ اور بے پردگی و بے حیائی انسانی سوسائٹی سب ہی کے لئے سم قاتل ہے ۔ اس کے متعدی اثرات سے قومیں کسی بھی وقت تباہی و بربادی کے کنارے لگ سکتی ہیں اس بے پردگی کا دوسرا نام بے حیائی بے غیرتی ۔ عریانی اور سیہ کاری ہے اور یہ بلاشبہ اقوام کے لئے ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں ۔ پس جب ان دونوں میں سے ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے ، حیا مومنین کی خاص صفت ہے جو قوم نبیوں کی تعلیمات سے دور ہے حیاء اور شرم سے ان کو کچھ واسطہ نہیں ۔ حیاء اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں یا تو دونوں رہیں گے یا دونوں رخصت ہو جائیں گے ۔ وہی لوگ مسلمان عورتوں کو پردے سے نکال کر بے حیائی کے پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جو نبیوں کے اتباع سے زیادہ نصاریٰ کی عادات و اطوار کو اپنائے ہوئے ہیں کبھی آپ نے عورت کے معنیٰ کی طرف بھی غور کیا ہے ۔ عورت کو عورت کہتے ہی اس لئے ہیں ۔۔ کہ عورت کے معنیٰ چھپے رہنے کی چیز ہے ، پس عورت کا لفظ خود ستر کا مقتضی ہے اور پردہ گویا لفظ عورت سے خود بخود مترشح اور متشرع ہو رہا ہے کیونکہ عورت کا معنیٰ مجسم پردہ اور ستر کے ہیں ارشاد نبوی ہے ۔ اِنَّ الْمَرْأَۃَ عَوْرَۃٌ مَسْتُوْرَۃٌ ۔۔۔ بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے ، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ اب کسی کو بدنگاہی میں کسی کو بدخیالی میں کسی کو بدعملی میں مبتلا کروں گا ۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے پہلا اصول یہ سکھایا کہ عورت کی ذاتی حیثیت ایک بیش بہا خزانہ کی سی ہے جس کو خائنوں بدوں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لئے پوشیدہ اور مخفی رہنے کی ضرورت ہے جو عورت پردے سے باہر پھرنے لگے ۔ وہ شیطان کو مرغوب اور محبوب ہے ، جو لوگ عورتوں کو پردہ شکن بنانا چاہتے ہیں ۔ اور عورتوں کو بازاروں میلوں اور پارکوں میں بے پردہ پھرانے کے حامی ہیں وہ شیطان کے مشن کو پورا کر رہے ہیں اور شیطان کے مقصد کی تکمیل کے لئے تحریر و تقریر سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ۔ اللہ ان کو سمجھ دے اور کاہ شیطان کی حمایت سے ہٹا کر نبیوں کے مقصد اور بعثت پر لگا دے عورت اس وقت تک اللہ کے نزدیک ہوتی ہے جبکہ وہ گھر کے اندر ہوتی ہے اور باہر نکلنے سے اللہ سے دور اور شیطان کے قریب ہو جاتی ہے ۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ گھونگھٹ یعنی برقعہ وغیرہ کا یہ حکم بڑی بہتری کا ہے ۔ کیونکہ یہ ایک خاص نشانی ہے کہ یہ بی بی صاحب ناموس و نیک طینت ہے اور بدنیت لوگ اس سے نہ الجھیں ۔ اسلام نے عورت کی عصمت و عفت کی حفاظت کو نہایت اہم قرار دیا ہے

دیکھئے اگر کوئی عورت کروڑوں روپے اور خزانوں کی مالک ہے اس کے لئے بھی رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا ۔ کہ کسی عورت کے لئے حلال اور جائز نہیں ۔ کہ بلا خاوند اور بلا محرم وغیرہ کے حج بیت اللہ کے لئے جائے ، پھر خیال فرمایئے کہ عورت پر صرف سفر کی طویل نقل و حرکت پر پابندی نہیں لگا گئی ۔ شریعت مطہر نے عورت کی مقامی نقل و حرکت مثلاً با جماعت اور حاضری مسجد تک بھی قید و بند اور پابندی فرما دی کیونکہ اس میں بھی مردوں کے باہمی اختلاط کا خطرہ اور فتنہ شہوات کا ظہور ممکن تھا حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی اُمّ حمید رضی اللہ کا بیان ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ آپ کی مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے کی خواہش رکھتی ہوں ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش رکھتی ہو ۔ لیکن اس خواہش پر عمل نہ کرنا ہی ٹھیک ہے کیونکہ گھر کے اندرونی کمرے میں تمہاری نماز باہر کے کمرے میں پڑھنے سے بہتر ہے ، (صحن میں

نماز پڑھنا اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ راوی کا بیان ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر امّ حمید نے اپنے گھر کے بالکل اندرونی حصہ میں جو سب سے زیادہ اندھیرے کی جگہ تھی۔ نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنالی تھی۔ اور برابر اسی جگہ گھر میں نماز پڑھتی رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزّ وجلّ سے ملاقات کی تھی موت آنے تک ہر نماز اسی جگہ ادا کی۔

خیال کریں اول نماز جیسی عبادت کا مرتبہ دیکھو پھر نماز باجماعت جس میں ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور وہ بھی مسجد نبوی میں جس میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا وہ دولت ہے جس کے مقابلہ میں تمام دنیا کی دولتیں ہیچ ہیں۔ عموماً مقتدی لوگ ہیں جن سے بڑھ کر بجز انبیا علیہم اسلام کے بعد کوئی پاکباز مطہّر جماعت آسمان کے نیچے موجود نہیں۔ پھر خیر القرون کا زمانہ اسلامی سوسائٹی مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہے۔ جن کی عفت مآب زندگی پوری امت محمدیہ کے لئے پاک دامنی کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بننے والی تھی، پھر وقت کا بھی یہ شدید تقاضا تھا کہ ہر لمحہ تازہ وحی اور نئے نئے احکام و اصلاحی قوانین کے لیے مستفید ہونے کے لئے ہر مرد اور عورت دربار نبوت میں حاضر ہوتے پھر عام فضا ایسی تھی کہ غیر مسلم مسلمانوں سے ڈرتے تھے اور مسلمان ظاہر و باطن میں خدا کے خوف سے ڈرتے تھے ایسی پاک فضاء اور مقدّس ماحول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو پیرس و لندن ماسکو اور واشنگٹن جانے سے نہیں میلوں اور تھیٹروں سے نہیں باغوں اور پارکوں سے نہیں سیر و سفر سے نہیں مزاروں پر جانے سے نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں جانے سے روکا اور خود اپنی اقتداء میں اتقیاء امت کی جماعت میں نماز ادا کرنے کے لئے اس قدر مقیّد کیا اور عورت کی عصمت کی حفاظت پر ایسے سخت پہرے بٹھلائے۔ اور عورتوں اور مردوں کے میل کو اتنی شدت سے روکا کہ عورتوں پر اس اجتماعی عبادت نماز کا دائرہ ہی تنگ فرما دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی، یہی نا کہ فتنہ تخم کو مرد عورت کے اختلاط کی آبیاری سے نشوونما کا موقعہ نہ ملے اس لئے عورت کو مسجد محلہ میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں ملی ؛

پیش کش: جناب ظہور احمد صاحب (۷) ترتیب: علوی

احسن القصص

افادات: حضرت مولانا علامہ نور الحسن پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

قال قائل منھم الخ۔ ایک ان میں سے کہتا ہے کہ اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں مشورہ دیتا ہوں، اس کو مان لو، وہ یہ ہے کہ یوسف کو قتل نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے قتل کی رائے دی تھی اس کی رائے تو صائب نہ ہوئی، اس کی رائے کو تو گرا دیا گیا البتہ وہ دوسری رائے کہ پھینک آؤ وہ درست تھی لیکن کس جگہ پھینکا جائے؟ تو یہ بات قرآن نے متعین نہیں کی کہ بھائیوں میں یہ رائے دینے والا کون تھا؟

تاریخ میں اس کے لیے یہودا کا بیان ہے کہ اس نے یہ رائے دی۔ بہرحال اگر یہودا ہے یا تورات کے بیان کے مطابق روبن ہے جو دونوں لیاہ کے بیٹے ہیں، آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی نے یہ مشورہ دیا کہ اس کو جا کر کسی اندھیرے کنوئیں میں پھینک آؤ۔

اندھیرا کنواں جو ہے وہ ظاہر ہے کہ راستہ سے ہٹ کر ہوگا، ویران ہوگا، آباد نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قافلہ وہاں سے گزرے اور اس کو نکال لے جائے۔

آپ نے اندازہ لگایا کہ یہ جو مشورہ دے رہا ہے اس میں وہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ شریک ہے کہ اس کو ہماری نگاہوں کے سامنے شریک نہیں ہونا چاہیئے لیکن ساتھ ہی کچھ جذبہ محبت ہے اور وہ یہ کہ اس کو قتل نہ کیا جائے کہیں کسی جگہ جا کر ڈال دیا جائے۔ جہاں یہ خیال ہو کہ کوئی قافلہ گزرے گا۔ کوئی مسافر گزریں گے وہ اس کو نکال لے جائیں گے۔

غیابت الجب کا معنی ہے اندھیرا کنواں۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ غیابت الجب اس طاقچے کو کہتے ہیں جو کنوئیں میں یا باؤلی میں پانی کی سطح سے ذرا اوپر بنا دیا جاتا ہے۔

تو گویا یہ بھائی یہ مشورہ دے رہا ہے کہ وہ اس کنوئیں میں ڈال آئیں گے تو اس پانی سے بچ کر کسی طاقچے میں بیٹھا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ اس رائے میں تو شریک ہے کہ اس کو دور کر دیا جائے لیکن چاہتا ہے کہ یہ زندہ رہ جائے۔ گویا وہ یہ کہتا ہے کہ اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو پھر یہ کر گزرو، میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔ اب یہ طے پا گیا۔ یہ بات طے ہو گئی۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب الآیہ۔ لیکن والد سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، ان سے کیسے اجازت لی جائے؟ کہ یوسف ہمارے ساتھ چلے جائیں، مویشی چرانے کے لیے۔ اور ان کا کام مویشی چرانا تھا۔ یہ سارے بھائی جنگل میں چلے جایا کرتے تھے اور مویشی چرایا کرتے تھے۔

قرآن کی یہ آیت قالوا یا ابانا مالک لا تامنا الآیہ۔ اے ابا جان! یہ بتائیں کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ ہمارا بھروسہ کیوں نہیں کرتے؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کئی مرتبہ اجازت مانگ چکے تھے اور وہ اجازت ملتی نہیں تھی۔ اب انہوں نے پروگرام بنا لیا۔ پلان بنا لیا۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ اس کو جامۂ عمل پہنایا جائے۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کرتے ہیں کہ آپ اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں، ہم تو دل سے ان کے بھی خواہ ہیں،

ہم اس کے دشمن نہیں ہیں جو کہتے ہیں ان کے فائدے رہتے ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ ارسلہ معنا (الآیہ) ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیں ۔ بچہ ہے ۔ آپ سماعت فرما چکے ہیں مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس واقعہ کے وقت یوسف علیہ السلام کی عمر سترہ سال تھی ، سترہ سال کا نوجوان ہے ، ہاتھ پاؤں اس کے شل ہو جائیں گے کمزور ہو جائیں گے ۔ قوی بیکار ہو جائیں گے گھر میں پڑے پڑے ۔ ٹھیک ہے آپ کو اس کے دیکھنے سے اطمینان ہوتا ہے ۔ لیکن یہ بھی تو خیال کریں کہ بچہ بیکار ہو رہا ہے ، اس کے قوی بیکار ہو رہے ہیں ۔ اس سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کو کل ہمارے ساتھ جانے دیجئے ۔ وہاں پھل پھلاری کھائے گا ، جنگل کی ہوا کھائے گا ، پانی پیئے گا ۔ کھیلے گا ، کودے گا تو یہ سب باتیں ہوں گی ۔

ظاہر ہے بچہ کیا جوان بھی کبھی جنگل میں چلا جائے تو اسے بھی کتنی مسرت ہوتی ہے ، کتنا خوش ہوتا ہے ؟ اور اگر آپ کو اس کا خیال ہے کہ اسے کوئی گزند نہ سکتا ہے ، نقصان پہنچ سکتا ہے تو ایسے کیسے ہو سکتا ہے ؟ اس کے دس بھائی ساتھ ہیں ۔

وانا لہ لحافظون ۔ ہم واقعہ میں اس کی حفاظت کریں گے ۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں ، بالکل نہ گھبرائیں آپ اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں ۔

یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے صاحبزادوں کی یہ بات سنی تو فرمایا ۔

قال انی لیحزننی الآیہ ۔ میرا جی نہیں مانتا ہے کہ اس کو اپنے سے الگ کروں ، ایک تو مجھے غم ہوتا ہے ۔ اور ایک بات کا مجھے خوف ہے ۔ غم اس بات کا کہ تم جب اسے لے جاؤ گے تو اتنی دیر تک میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوگا ۔ اس کی مفارقت اور جدائی مجھ پر شاق ہے ۔ ایک تو یہ بات ہے اس وجہ سے میں اس کو نہیں بھیج سکتا ۔

اور ایک بات کا اندیشہ اور خوف ہے اور وہ یہ کہ یہ جو ہمارا علاقہ ہے ۔ جہاں ہم رہتے ہیں ، اس کا اردگرد کا جو علاقہ ہے یہ بھیڑیوں کا مرکز ہے بھیڑیوں کی آماجگاہ ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ جہاں جانور مویشی بھیڑ بکریاں زیادہ ہوتی ہیں وہاں بھیڑیے بھی ہوتے ہیں اور روز اس طرح کی اطلاعیں آتی رہتی تھیں برابر کہ آج فلاں کی بھیڑ کو بھیڑیے نے کھا لیا ، فلاں بکری کو پھاڑ کھایا تو اس طرح کے مکان کو عربی میں جہاں بھیڑیے زیادہ ہوں اس کو مذئبہ کہتے ہیں اور ذئب بھیڑیے کو کہتے ہیں ۔

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

بقیہ : اداریہ

بڑھ کر ڈی پی آر یا بالفاظ صحیح ڈی بی آر کا اندھا دھند اور بجا و بے جا استعمال اور اس اصول پر عمل کہ

"تم جرم نہیں کرو گے تو ہم سزا بھی نہیں دیں گے"

جیسی باتیں قوموں کو اپاہج و مفلوج کرنے والی ہوتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام ہمیشہ قوموں اور ملکوں کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا ہے جب کہ آمریت و ڈکٹیٹر شپ کے رسیا افراد شرمناک موت کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لیے گالی بن جاتے ہیں — ہم مستحق تبریک سمجھتے ہیں محاذ کے رہنماؤں اور کارکنوں کو جو بیگانوں اور نام نہاد اپنوں کی طعنہ زنی کے باوصف سرگرم عمل ہیں اور حالات کی تبدیلی کے لیے کوشاں!

تاہم ہم محاذ کے قابل صد احترام رہنماؤں سے گزارش کریں گے کہ وہ حالات کی سنگینی کو ختم کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی جاندار لائحہ عمل تیار کریں۔ یقین کریں کہ قوم کے باشعور محب وطن افراد آپ کی آواز پر پوری طرح لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ وہ افراد اور پارٹیاں جو حزب اختلاف کا دم بھرنے کے باوصف "علیحدگی" کا شکار ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ ذرا ہوش کرو، سنبھلو اور حالات سے سبق سیکھو اور سب سے آخر میں ان سے گزارش ہے جن کا خیال یہ ہے کہ ہم "اٹل" ہیں "ناقابل شکست" ہیں کہ بھائی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کی قرآنی حقیقت کو سامنے رکھو اور اس بات کو بھی کہ

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ

علی

۲۳ رجب ۱۳۹۶ھ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ ۱- لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۹۳۳۱۹ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۹ء ۲- پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.E ۲۳۶۳-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۹ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۶۷۶/۹/۲۹-۵۵۸۹ مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ڈویژن بذریعہ چٹھی ۹/۸/۴۸ ۳۰-۱۰۵۲۱ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۷ء

اشاعت قرآن عزیز

بفضلہ تعالیٰ انجمن خدام الدین لاہور کو گزشتہ نصف صدی سے یہ سعادت حاصل ہے کہ مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بیش بہا تالیفات اور تفسیر کی طباعت و اشاعت کا بحسن و خوبی اہتمام کرتی رہی ہے شومئی قسمت کچھ عرصہ قبل حالات کی ناسازگاری نے تبلیغی و اشاعتی شعبہ جات کو سخت متاثر کیا اور بوجوہ اس سلسلۂ خیر میں عارضی تعطل پیدا ہو گیا تھا۔ احباب کی شب و روز مخلصانہ دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اراکین انجمن خدام الدین کے خوابیدہ عزائم میں ایک بار پھر اس کار خیر کو وسیع پیمانہ پر شروع کرنے کا احساس بیدار کر دیا ہے۔ اور توکلاً علی اللہ رنگین عکسی قرآن عزیز کی جدید طباعت کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ فللہ الحمد۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے باقیات الصالحات میں قرآن عزیز انتہائی شاندار صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو خصوصاً اور ہر مسلمان کو عموماً قرآن عزیز کی طباعت اور اشاعت میں لوجہ اللہ تعاون کا حق حاصل ہے۔ حضرت کی شروع سے ہی یہ خواہش رہی ہے کہ اشاعتِ قرآن عزیز کا دائرہ کار صرف تبلیغی سطح پر ہی رہے اور "بغرض تجارت جلبِ زر کرنے والے ہاتھوں میں یہ چیز نہ جانے پائے"۔

اسی جذبۂ صادقہ کے تحت انجمن خدام الدین کی اکثر مطبوعات بالکل مفت اور بعض کا ہدیہ برائے نام صرف کاغذ چھپائی اور جلد بندی کے اخراجات کے مطابق ہی تجویز کیا جاتا رہا ہے۔ رنگین عکسی قرآن مجید کی پہلی بار اشاعت و طباعت کے سلسلہ میں دو مخیر معاونین کو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر آپ اس قرآن مجید کے ابتدائی اخراجات (کتابت، عکاسی، بلیٹ سازی وغیرہ) برداشت کریں گے تو قیامت تک آپ کے لیے یہ صدقہ جاریہ رہے گا اور ہر بار طباعت و اشاعت پر آپ کا اجر عظیم بڑھتا ہی رہے گا۔

لہٰذا قارئین خدام الدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی نجات اور اپنے مرحومین، بزرگان و اکابرین کو ایصال ثواب کی نیت سے اپنے احباب و اعزہ کے لیے "سکولوں، کالجوں، دینی مدارس اور مساجد کے طلباء و طالبات کے لیے، افواج پاکستان کے جیالے نوجوانوں کے لیے، جیلخانہ جات کے قیدیوں اور مفلس و نادار افراد تک ہدیۃً پہنچانے کی غرض سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی اور تعاون کا مظاہرہ فرمائیں اور اشاعت قرآن فنڈ میں بھرپور حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

حسب ضرورت مطلوبہ نسخوں کی تعداد سے ناظم انجمن خدام الدین کو جلد از جلد مطلع فرمائیں تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔

(تخمینہ ہدیہ کا اعلان جلد کیا جائے گا)

(ناظم انجمن)